روحِ انیس

مرثیہ

سوال ۱: "روحِ انیس" کی روشنی میں کلام انیس پر مختصراً تبصرہ کیجیے۔

یا میر انیس کے کلام پر مختصر طور سے تبصرہ کیجیے۔

جواب: میر انیس نے عام رواج کے مطابق شاعری کی ابتدا غزل سے کی۔ ان کے والد میر خلیق مرثیے کی طرح غزل بھی خوب کہا کرتے تھے۔ انہیں سے انیس نے اپنی غزلوں کی اصلاح لی ہوگی۔ گمان یہ ہوتا ہے کہ انیس کی فطری قوت شاعری جس نے مرثیے میں یہ کمال دکھائے اس نے غزل میں بھی کیا کچھ نہ کیا ہوگا۔

میر انیس بڑے قادرالکلام ہیں۔ ان کو یہ قدرت حاصل ہے کہ جو نازک خیال دل میں پیدا ہو اور لطیف سے لطیف طبیعت پر طاری ہوا سے لفظوں میں بیان کردیں۔ وہ جیسا خیال ظاہر کرنا چاہتے ہیں اس کی مناسبت سے ایسے الفاظ کا انتخاب کرتے ہیں جو اپنی آواز اپنے ربط باہمی اور اپنے متعلقات معنوی سے اس خیال کی کامل ترجمانی کرتے ہیں اور سامع کے دل میں وہی کیفیت پیدا کردیتے ہیں جو شاعر پیدا کرنا چاہتا ہے۔ مختلف طبقوں اور مختلف طبیعتوں کے لوگوں کے طرز کلام میں جو فرق ہوتا ہے۔ انیس اس کو ملحوظ رکھتے ہیں۔ ایک ہی بات کو مختلف طریقوں سے ادا کرسکتے ہیں۔ اختصار اور طول پر بھی ان کو پورا اختیار ہے۔ ان کے پاس لفظوں کا اتنا بڑا خزانہ موجود ہے جس سے زائد شاید ہی کسی اور شاعر کو نصیب ہوا ہو۔ مترادفات کے نازک فرقوں کا بھی بہت لحاظ رکھتے ہیں۔ وہ ایک ہی واقعے کو جزئیات و تفصیلات کے ساتھ بیسیوں طرح پر بیان کرتے ہیں اور ہر طرح وہ واقعہ کے مطابق فطری رہتا ہے۔ نہ اس کی دل چسپی کم ہونے پاتی ہے نہ نظم کا زور گھٹنے پاتا ہے۔ یہ ایسی خصوصیت ہے جو شاید دنیا کے کسی اور شاعر کے حصے میں نہیں آئی۔ کلام کا اثر انیس کے ارادے کا تابع ہے اور یہ بھی وہ خوبی ہے جو بہترین شاعروں کے سوا کسی میں نہیں پائی جاتی۔

واقعہ نگاری میں انیس کو کمال حاصل ہے۔ واقعہ نگاری اور شاعرانہ واقعہ نگاری میں ایک فرق ہے۔ اگر ایک واقعہ کے تمام جزئیات کا علم ہو تو اس کو نظم کردینے کے لئے صرف طبیعت کی موزونی کا

Scanned by CamScanner

ہے اور اس کا نظم کرنا شاعری نہیں ہے۔ کسی واقعے کے اجمالی علم کی بنیاد پر اس کی تفصیلات کا تخیل سے پیدا کرنا شاعری ہے لیکن واقعہ نگاری کے لئے یہ بھی لازم ہے کہ واقعات شاعر کے قلم کی بندشوں کے تابع نہ معلوم ہوں بلکہ قدرتی اسباب کا نتیجہ معلوم ہوں۔ اس کے لئے شاعر کو ایسے اسباب پیدا کرنے پڑتے ہیں کہ جو کچھ واقع ہوتا ہے اس کا وقوع ان اسباب کا فطری نتیجہ ہوتا ہے۔ حقیقت میں یہ بڑا مشکل کام ہے لیکن انیس کو اس میں بڑی مہارت ہے۔

ہر واقعے میں بہت سارے جزئیات ہوتے ہیں ان میں سے بعض میں انتقالِ ذہن کی اتنی قوت ہوتی ہے کہ صرف انہیں کے بیان سے واقعہ کا پورا نقشہ آنکھوں میں پھر جاتا ہے۔ انیس اکثر انہیں جزئیات کو منتخب کر لیتے ہیں اور واقعات کے اجمالی بیان میں تفصیلی بیان سے زیادہ دلچسپی اور اثر پیدا کر دیتے ہیں۔ اسی طرح ایک واقعے کے بعض جزئیات میں دلوں کو متاثر کرنے کی قوت اس کے دوسرے جزئیات سے زیادہ ہوتی ہے۔ انیس بالعموم انہیں مؤثر جزئیات کو نمایاں کر دیتے ہیں۔

منظر نگاری کا کمال عموماً یہ سمجھا جاتا ہے کہ منظر کی لفظی تصویر اصلی منظر سے اسی قدر مطابق ہو کہ تصویر سے اصل کا لطف حاصل ہو۔ لیکن حقیقت میں مناظر کی تصویروں کو بالکل اصل کر دکھانا شاعر کا کمال نہیں ہے۔ باکمال شاعر اپنی قوتِ تخیل سے قدرتی مناظر میں ایسا تغیر کر دیتا ہے کہ وہ منظر بالکل فطری تو نہیں رہتا مگر خلافِ فطرت بھی نہیں معلوم ہوتا اور منظر کا بیان اصل منظر سے زیادہ دلکش اور مؤثر ہو جاتا ہے۔ انیس نے صبح کی رونق، شام کا سناٹا، بہار کا جوش، گرمی کی شدت وغیرہ اکثر اس طرح بیان کی ہے کہ ان کے بیان میں شاعرانہ منظر نگاری کا یہ کمال موجود ہے۔

جذبات کے اظہار میں بھی انیس کو بڑی قدرت حاصل ہے۔ جذبات کے مختلف مدارج ہوتے ہیں۔ کوئی محل انتہائی خوشی، غم، حیرت، غصے وغیرہ کا ہوتا ہے۔ کسی محل پر یہی جذبات بالکل خفیف سے پیدا ہوتے ہیں۔ جذبات کے ان مدارج کو ملحوظ رکھنا اور ان کا اظہار کر لینا انیس کا وہ امتیاز ہے جس میں شاید ہی کوئی اردو کا شاعر ان کا شریک ہو سکے۔ جن حالات میں جو جذبات ہونا چاہیئے اور جس حد تک پیدا ہونا چاہیئے انیس انہیں جذبات کو اسی حصہ کے اندر دکھاتے ہیں۔ انہوں نے مختلف مرثیوں میں ایک ہی موقع پر ایک ہی شخص کے جذبات مختلف بلکہ متضاد دکھائے ہیں، مگر ہر جگہ حالات میں کچھ ایسا ضمنی تغیر کر دیا ہے کہ جذبات فطرت کے مطابق ہی رہے۔ بعض وقت کئی طرح کے جذبات مخلوط

Scanned by CamScanner

ہونے سے ایک خاص کیفیت انسان کے دل پر طاری ہو جاتی ہے۔ بعض اوقات انسان کے دل میں دو طرح کے جذبات یکے بعد دیگرے کچھ دیر تک برابر پیدا ہوتے رہتے ہیں۔ اسی طرح نہ معلوم کتنی عجیب عجیب کیفیتیں انسان کے دل میں گزرتی رہتی ہیں۔ انیس ایسے نازک موقعوں پر جذبات کی فطری حالت کو محسوس کر سکتے ہیں اور ان کے اظہار کے لئے طرح طرح کے موثر پیرائے اختیار کرتے ہیں۔ وہ جذبات کا بیان اکثر صراحت سے نہیں کرتے بلکہ ایسے علامات کا ذکر کر دیتے ہیں، جن سے وہ جذبات خود بخود سمجھ میں آ جاتے ہیں۔

سیرت نگاری تو انیس سے پہلے گویا اردو میں تھی ہی نہیں۔ بعض قصوں مثنویوں میں اشخاص کی سیرت ایک حد تک متعین کر کے دکھائی گئی ہے لیکن سیرت نگاری کا وہ کمال جو انیس کے یہاں ہے اس کا ایک شائبہ بھی میر حسن کے سوا شاید ان کے کسی پیش رو کے یہاں نہیں ملتا۔ انیس کے مرثیوں میں جن لوگوں کا ذکر آتا ہے ان میں سے بعض کے کارناموں کو واقعہ کربلا میں خاص اہمیت حاصل ہے۔ ان لوگوں کی سیرتیں انیس نے تفصیل کے ساتھ دکھائی ہیں اور ان کے مخصوص امتیازات اور خاص خصوصیت ہر جگہ اور ہر حالت میں نمایاں رکھتے ہیں، باقی لوگ جن کے کردار کو واقعۂ کربلا میں کوئی امتیازی حیثیت حاصل نہیں ہے ان میں انیس نے عام انسانی خوبیاں حد کمال تک دکھائی ہیں۔ لیکن ان میں ایسے خصوصیات نہیں دکھائے ہیں جو ایک کی سیرت کو دوسرے کی سیرت سے ممتاز کر سکیں۔ یعنی انیس کے یہاں چند متحرک شخصیتیں ہیں اور باقی محض نام ہیں۔ حضرت امام حسینؑ کی سیرت دکھانے میں انیس نے بالخصوص بڑا کمال کیا ہے اور ملکیت اور بشریت کو کچھ اس تناسب سے سمو دیا ہے کہ مقدس سیرت جس طرح دنیا کی تاریخ میں عدیم المثال تھی اسی طرح اردو شاعری کی دنیا میں بھی بے نظیر ہو گئی۔ انیس نے اشخاص مرثیہ کی جو سیرت دکھائی ہے وہ خالص عربی ہے نہ بالکل ہندوستانی بلکہ دونوں کا ایسا مجموعہ ہے جس میں ہندوستانیت عربیت سے زیادہ نمایاں ہے۔ بعض لوگ شاید اس کو قابل اعتراض سمجھیں۔ لیکن انیس یہ نہ کرتے تو نہ واقعۂ کربلا کو خاص و عام میں یہ عظمت اور اہمیت حاصل ہوتی نہ حضرت امام حسین اور ان کے رفیقوں کی محبت اس طرح ہر دل میں گھر کرتی نہ اہل ہند ان کو قابل تقلید نمونہ قرار دے سکتے اور نہ ان کے مصائب کو اپنی ذاتی مصیبتوں کی طرح محسوس کر سکتے اور اگر یہ نہ ہوتا تو انیس کا مقصد فوت ہو جاتا۔ اخلاقی شاعری کے اعتبار سے انیس کے مرثیوں کا پایہ بہت بلند ہے۔ ان کے تمام کلام میں بلند

Scanned by CamScanner

اخلاقی کی ایک لہر دوڑی ہوئی ہے۔ جن اخلاق فاضلہ کی تعلیم انیس کے مرثیوں سے ہوتی ہے وہ اخلاق، نصائح کی کسی کتاب سے یا وعظ و پند کے ذریعے سے ممکن نہیں اور ان کو انتہائی رذالت کی تصویروں کے مقابلے میں رکھ کر ان کے اثر کو اور بھی قوی کر دیا ہے۔ حسینؑ اور رفیقانِ حسینؑ کی سیرتوں میں اخلاق حسنہ کی انتہا اس حسن سے دکھائی ہے اور ان کے اعمال و افعال کے ذریعے سے دکھائی ہے کہ وہ حسن، اخلاق کے محض خالی معیار ہو کر نہیں رہ گئے ہیں بلکہ قابل تقلید نمونے بن گئے ہیں۔ بلند اخلاق کی انتہا کے ساتھ ساتھ ان میں وہ کمزوریاں بھی دکھائی ہیں جو لازمۂ بشریت ہیں۔ لیکن بد اخلاقی کی حد سے بہت دور ہیں۔ یہ کمزوریاں ان اخلاق کے پتلوں کو ہم سے قریب تر کر کے ہماری محبت اور ہمدردی کا رخ ان کی طرف موڑ دیتی ہے۔ کبھی کبھی میر انیس نے اخلاق کی تعلیم براہ راست پند و موعظت کے ذریعے سے بھی دی ہے۔ لیکن بالعموم وہ ایسا نہیں کرتے بلکہ بلند اخلاق کے نہایت دلکش نمونے پیش کر کے ہم کو ان کی تقلید پر راغب کرتے ہیں اور اس طرح کی بالواسطہ اخلاقی تعلیم سے ان کے مرثیے کا کوئی مقام خالی نہیں ہوتا۔ یہی اخلاقی بلندی کا ایک نتیجہ یہ بھی ہے کہ انیس کے کلام میں وقار اور تمکین کی ایک خاص شان نظر آتی ہے۔ ان کے بیانات میں اور ان کے ہیرو کے افعال و اقوال میں کہیں ابتذال اور چھچھورا پن نہیں پایا جاتا۔

سلاست، روانی اور فصاحت کے دوسرے لوازم انیس کے کلام میں اس قدر نمایاں ہیں کہ ان کو بیان کرنے اور ان کی طرف متوجہ کرنے کی کوئی خاص ضرورت نہیں معلوم ہوتی جو صحیح المذاق شخص انیس کا ایک مرثیہ بھی پڑھ لے گا وہ کلام انیس کے اس وصف کو خود سمجھ لے گا اور اس طرح سمجھ لے گا جس طرح کسی دوسرے کے سمجھانے سے ہرگز نہ سمجھ سکتا۔ انیس کے کلام میں فصاحت اس درجہ نمایاں ہے کہ ان کا کوئی مخالف بھی اب تک اس کا انکار کرنے کی جرأت نہیں کر سکا۔ وہ دقیق اور نازک خیالات کو آسان لفظوں میں اس طرح ادا کر دیتے ہیں کہ ظاہر میں نگاہیں مضمون کی جدت اور باریکی تک نہیں پہنچتیں اور اس نافہمی میں مبتلا ہو جاتی ہیں کہ انیس کے کلام کی خوبی صرف اس کی فصاحت ہے، فصاحت کلام کے لئے یہ ضروری ہے کہ الفاظ کی ترتیب قواعد اور محاورے کے مطابق ہو۔ نظم میں وزن، قافیے اور ردیف کی پابندیوں کی وجہ سے ایسی ترتیب کا قائم رہنا نہایت مشکل ہے لیکن انیس نے اس مشکل کام کو بہتر سے بہتر طور پر انجام دیا ہے۔ ان کے کلام کا زیادہ حصہ ایسا ہے جس میں لفظوں کی ترتیب بالکل نثر کی سی ہے۔ جہاں ضروریات نظم نے

Scanned by CamScanner

ترتیب بدلنے پر مجبور کیا ہے وہاں بھی ایسی تبدیلی ہوئی ہے جو ناگوار نہیں معلوم ہوتی بلکہ اکثر اس تبدیلی کا احساس بھی نہیں ہوتا۔

حسن بیان کے سلسلے میں صنعتوں پر بھی ایک نظر کرنا ضروری ہے۔ بعض لوگوں نے صنعتوں کے استعمال میں ایسی بدسلیقگی اور اتنی بے اعتدالی برتی کہ اب طبیعتیں ان سے اکتاہٹ محسوس کرنے لگی ہیں۔ لیکن کسی شئے کے غلط استعمال سے نفس شئے میں کوئی خرابی نہیں آسکتی۔ اس میں شک نہیں کہ اگر امتیاز اور سلیقے کے ساتھ بعض صنعتیں استعمال کی جائیں تو کلام کے حسن میں اچھا خاصا اضافہ ہو سکتا ہے۔ میر انیس صنائع کو اس طرح استعمال کرتے ہیں کہ فصاحت کے شرائط اور بلاغت کے لوازم میں کوئی خلل نہیں پڑتا۔ وہ صنعت کے لئے کلام کے کسی عیب کو گوارا نہیں کر لیتے۔ بعض مفروضہ صنعتیں جن کو حقیقتاً کلام کے حسن میں دخل نہیں وہ ان کے یہاں نہ ہونے کے برابر ہیں۔ لیکن جس صنعتوں سے کلام کا حسن بڑھتا ہے ان کو انہوں نے بکثرت استعمال کیا ہے۔ مگر وہ صنعتوں کو ابھرنے نہیں دیتے کہ وہ سامع کے ذہن کو معنی سے ہٹا کر اپنی طرف متوجہ کرلیں۔

میر انیس کے زمانے میں رعایت لفظی کا بڑا زور تھا۔ یہاں تک کہ بعض لوگ اسی کو اصل شاعری سمجھنے لگے تھے اور اس کے لئے اس کے استعمال میں حد مناسب سے بہت تجاوز کر گئے تھے۔ انیس نے بھی اپنے ماحول سے متاثر ہو کر اس صنعت کو خوب برتا ہے۔ مگر اس طرح کہ نہ اس کی وجہ سے بیان میں الجھاؤ اور محاورے میں خلل پڑتا ہے۔ نہ بے جا تکلف اور بے لطف تصنع ظاہر ہوتا ہے اور نہ ذہن کسی غیر متعلق مفہوم کی طرف منتقل ہونے پاتا ہے۔ ان کی مشاقی کے زمانے کے کلام میں ایسی مثالیں بہت کم ملتی ہیں جن میں یہ صنعت بے اعتدالی سے استعمال کی گئی ہے اور جو چند مثالیں ایسی ملتی بھی ہیں تو ان میں اکثر بے اعتدالی کے جواز کی کوئی صورت موجود ہوتی ہے۔ انیس کے یہاں اکثر ایک مصرع میں کئی کئی صنعتیں موجود ہیں اور بعض جگہ ایک ایک صنعت کے اندر کئی کئی صنعتیں بھری ہوئی ہیں۔ کچھ صنعتیں ایسی بھی ہیں جو انہیں کی طبیعت نے ایجاد کی ہیں اور جن کا کوئی نام اب تک مقرر نہیں ہے۔ اس میں شک نہیں کہ صنعتوں کے استعمال میں بھی میر انیس اپنا جواب نہیں رکھتے لیکن ان کی شاعری کا مرتبہ اس طرح بلند تر ہے کہ صنائع کو اس کا طرۂ امتیاز قرار دیں۔ ان کا اصل کمال تو اس سادگی میں ظاہر ہوتا ہے جس پر ہزار صنعتیں نثار ہیں۔

Scanned by CamScanner

انیس کا کلام جتنا فصیح ہے اتنا ہی بلیغ بھی ہے۔ عام طور پر بلاغت کا ایک غلط مفہوم مشہور ہو گیا ہے جس کی بنا پر لوگ اس کلام کو بلیغ سمجھنے لگے ہیں۔ جس میں مشکل الفاظ، دقیق ترکیبیں، دور از کار استعارے، بعید از فہم تشبیہیں وغیرہ ہوں۔ بعض لوگ اس کلام کو بلیغ سمجھتے ہیں جس میں لفظ اور معنی زیادہ ہوں۔ لیکن حقیقت میں بلاغت یہ ہے کہ کلام مقتضائے مقام کے موافق ہو۔ سلاست، اشکال، سادگی و رنگینی، طول واختصار سب کچھ بلاغت کے اندر آ جاتا ہے۔ بشرطیکہ مناسب محل پر ہو۔ یہ بات بھی بلاغت میں داخل ہے کہ کلام کا ایک جز دوسرے جز کا نقیض نہ ہو۔ انیس کے کلام میں بلاغت کے یہ تمام لوازم موجود ہیں۔ وہ جس موقع پر جو کلام جس شخص سے لیتے ہیں اور جو بات جس سے کہلواتے ہیں وہ اسی کے لئے موزوں ہوتی ہے۔ یہ صفت انیس کلام میں اس قدر نمایاں ہے کہ لکھنؤ کے جہلاء کی زبان پر بھی یہ جملہ جاری ہے کہ میر انیس کے یہاں حفظ مراتب بہت ہوتا ہے۔

گفتگو اور مکالمے کے لکھنے میں بھی کوئی شاعر انیس کا مقابل نہیں ہو سکتا۔ یوں تو گفتگو کا نظم میں ہونا ہی خلاف فطرت ہے، لیکن نظم میں اور بالخصوص مسدس میں جس قدر فطرت کی مطابقت ممکن ہے اتنی انیس کے یہاں موجود ہے۔ اگر لفظوں کی ترتیب میں ذرا سا فرق کر کے انیس کے مکالموں کو نثر کر دیں تو معلوم ہو کہ نظم کا کیا ذکر نثر میں ایسا مکالمہ لکھنے والا اردو میں اب تک کوئی پیدا نہیں ہوا۔ انیس جب دو شخصوں کی گفتگو لکھتے ہیں تو الفاظ، طرز کلام اور لب و لہجے میں متکلم اور مخاطب دونوں کی عمر، صنف، سیرت، حیثیت، وقتی قلبی کیفیت گفتگو کے موقعے اور ان کے باہمی تعلقات کا لحاظ رکھتے ہیں۔ حضرت امام حسینؑ اور ان کے اقربا کی گفتگو میں جو فصاحت، جو تہذیب جو متانت انیس نے دکھائی ہے اس کا جواب نہیں مل سکتا۔ گفتگو اور مکالمے کا لکھنا بظاہر جتنا آسان معلوم ہوتا ہے حقیقت میں اتنا ہی مشکل ہے۔ ناولوں میں نثر کے مکالمے پڑھئے تو اکثر یہ معلوم ہوتا ہے کہ دو آدمی بے تکلفی کے ساتھ فطری انداز میں گفتگو نہیں کر رہے ہیں بلکہ لکھے ہوئے سوال و جواب پڑھ کر سنا رہے ہیں۔ تحریر میں تقریر کی بے ساختگی پیدا کرنا بڑا مشکل کام ہے، لیکن انیس نے نظم میں بعض مکالمے اور گفتگو میں ایسی لکھ دی ہیں کہ ان کو پڑھتے وقت خود بخود نظر انداز ہو جاتی ہے کہ وہ نظم میں ہیں۔

ترتیب و تسلسل میں بھی انیس کے کلام کی ایک خاص خوبی ہے۔ یہ صفت ان کے کلام میں اس قدر نمایاں ہے کہ ہر شخص اس کو خود محسوس کر سکتا ہے۔ اگر انیس کے متعدد مرثیے پڑھنے کے بعد کسی

Scanned by CamScanner

اور مرثیہ گوکا کلام پڑھا جائے تو اس صفت کا احساس شدت کے ساتھ ہو جاتا ہے۔ انیس جب ایک بات ختم کر کے دوسری بات شروع کرتے ہیں تو دونوں کو اس حسن سے ملاتے ہیں جوڑ معلوم نہیں ہوتا، بات میں بات نکلتی چلی آتی ہے۔ وہ جملے میں لفظوں کو اور عبارت میں جملوں کو اس ترتیب سے رکھتے ہیں کہ ایک بات سن کر اس کے بعد آنے والی بات کے لئے ذہن خود تیار ہو جاتا ہے اور اسی کو کسی خلاف توقع بات سے اچانک سامنا نہیں کرنا پڑتا۔ یہ نہیں ہوتا کہ کوئی بات ناگہانی طور پر سامنے آکر ذہن کو متوحش کر دے۔ اس خوبی کی بنا پر میر انیس کا کلام پڑھتے وقت دماغ کو راحت اور دل کو لذت ملتی ہے۔

انیس کے کلام کا ایک خاص وصف اعتدال ہے جس کا اظہار تین طرح پر ہوا کرتا ہے:

(۱) لفظ و معنی کی مناسبت میں یعنی دس سیر معنی کے لئے دس من کا لفظ نہیں رکھ دیتے۔

(۲) جذبات کے اظہار میں یعنی وہ مقتضیات کے لحاظ سے جذبات میں شدت اور خفت دکھاتے ہیں۔ ان کے یہاں جذبات میں جاہلانہ زور و شور نہیں ہوتا بلکہ مہذبانہ اور شریفانہ اعتدال ہوتا ہے۔

(۳) تعریف و مذمت میں یعنی وہ ہر خوشنما درخت کو طوبیٰ سے، ہر پُر فضا باغ کو بہشت سے اور ہر حسین کو یوسف سے بہتر نہیں کہہ دیتے۔ اس طرح مذمت میں بھی اعتدال ملحوظ رکھتے ہیں۔

بیان رزم حقیقت میں واقعہ نگاری اور منظر نگاری کے تحت میں آتا ہے۔ لیکن چونکہ یہ خاص بیان انیس کے یہاں کثرت سے ملتا ہے اور اکثر مرثیوں میں جنگ کے منظر بڑی تفصیل کے ساتھ دکھائے گئے ہیں اس لئے اس بات میں بھی کچھ لکھ لکھنا ضروری ہے۔ انیس جنگ کا نقشہ خوب کھینچتے ہیں۔ پہلوانوں کی ہیبت، ان کی آمد کی دھوم دھام، رجز کا شور اور حریفوں کے داؤ پیچ خوب دکھاتے ہیں اور اس سلسلے میں شمشیر زنی، نیزہ بازی، تیر اندازی اور شہ سواری کی اصطلاحوں سے اکثر کام لیتے ہیں۔ حرب و ضرب کے کاموں کی ایسی تصویر کھینچتے ہیں کہ میدان جنگ کا نقشہ آنکھوں میں پھر جاتا ہے۔ عام ہنگامۂ جنگ کے علاوہ دو حریفوں کا مقابلہ اور ان کی گھاتیں اور چوٹیں اس تفصیل سے بیان کرتے ہیں کہ لڑائی کا سماں سامنے آجاتا ہے۔ اس خصوص میں بھی انیس کا کوئی نظیر دکھائی نہیں دیتا۔ انیس کے زمانے میں تلوار اور گھوڑے کی تعریف مرثیے کا ایک جز بن گئی تھی۔ تلوار کی تعریف کے ضمن میں بالعموم شمشیر زنی کے کمالات دکھائے جاتے ہیں جو حقیقت میں تلوار کی نہیں بلکہ تلوار چلانے والے کی تعریف ہوتی ہے۔ انیس نے بھی زیادہ تر یہی کیا ہے۔ لیکن خود تلوار کی تعریف بھی جا بجا کی ہے۔ گھوڑے کی

Scanned by CamScanner

خوبصورتی، خوش خرامی، سب روی اور تیز گامی کا بیان بھی خوب خوب کیا ہے۔ یہ بیان زیادہ تر مبالغہ آمیز ہوتا ہے لیکن کہیں کہیں گھوڑے کے حقیقی اوصاف بھی نہایت خوبی سے بیان کئے ہیں۔ تلوار اور گھوڑے کی تعریف انیس نے جس جس طرح لکھی ہے اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ وہ شمشیر زنی اور شہ سواری کی اصطلاحوں پر غور رکھنے کے علاوہ ان فنوں سے بھی واقف تھے۔

پرانے زمانے میں دستور تھا کہ مقابل فوجوں میں سے ایک ایک پہلوان نکل کر مقابلہ کرتا تھا۔ مقابلے سے پہلے ہر پہلوان کچھ فخریہ اشعار پڑھتا تھا۔ جن میں اپنی نسبی فضیلت، اپنے اور اپنے اسلاف کے کارنامے، اپنی بہادری اور فن جنگ کی مہارت وغیرہ کا ذکر شد و مد کے ساتھ کیا جاتا تھا۔ ان فخریہ اشعار کو رجز کہتے ہیں۔ انیس نے رجز بڑے زور و شور کے لکھے ہیں اور اس بات کا خاص طور پر لحاظ رکھا ہے کہ ہر شخص کا رجز اس کے حسب حال ہو اسی بنا پر حضرت امام حسینؑ کے رجز میں پہلوانی اور زور آوری کا ذکر کم اور دوسرے شرفوں اور فضیلتوں کا ذکر زیادہ ہوتا ہے۔ اگر کہیں طاقت وری اور جنگ آزمائی کا ذکر ہوتا بھی ہے تو ایک خاص متانت اور وقار کے ساتھ جو امام کے رجز کو محض ماہر جنگ سپاہی کے رجز سے ممتاز کر دیتا ہے۔

انیس نے رخصت پر اکثر بہت زور دیا ہے اور بیشتر جذبات نگاری کا کمال دکھایا ہے۔ حضرت علی اکبرؑ کی رخصت بالخصوص بڑے اہتمام سے اور نئے نئے عنوان سے لکھی ہے۔ یہ انیس کا کمال ہے کہ ایک ہی بات کو مختلف پیرایوں میں بیان کیا اور ہر جگہ فطرت سے مطابقت قائم رہی۔ مرثیہ کا یہ حصہ بالعموم بہت دردناک ہوتا ہے۔

مرثیہ کا سب سے دردناک حصہ بین ہے۔ بلکہ سچ پوچھئے تو بین ہی اصل مرثیہ ہے۔ میر انیس بالعموم مختصر بین لکھتے ہیں۔ طولانی بہت کم لکھے ہیں۔ وہ سخت بین لکھنا پسند نہیں کرتے کیوں کہ ان کے مخاطب صحیح عوام نہیں بلکہ لطیف جذبات کے لوگ ہیں، جن کے دل پر بے محل نالے اتنا اثر نہیں کرتے جتنی با محل ایک آہ۔ جو لوگ لطیف جذبات رکھتے ہیں ان کو سخت مظالم کے بیان سے تنفر اور سخت بین سے تنغص ہوتا ہے لیکن جہاں جہاں ان کے نازک جذبات کو ٹھیس لگتی ہے وہاں ان کے آنسو بے ساختہ نکل آتے ہیں۔ میر انیس اس حقیقت کو خوب سمجھتے تھے۔ ان کے یہاں بین کے علاوہ مرثیے کے دوسرے مقامات بھی اکثر بہت دردناک اور نہایت پُر اثر ہوتے ہیں۔ رخصت بالخصوص ایسی ہوتی ہے کہ پتھر کا دل پانی ہو جائے۔

Scanned by CamScanner

آج کل بعض لوگ قافیہ اور ردیف کو بے ضرورت قید میں سمجھتے ہیں اور خیال کرتے ہیں کہ ان سے کلام غیر فطری ہو جاتا ہے لیکن وزن جو شعر کے لئے ضروری سمجھا جاتا ہے اسے بھی تو غیر فطری کہہ سکتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ جس طرح وزن سے کلام کا حُسن اور اثر بڑھتا ہے۔ اسی طرح قافیے اور ردیف سے بھی اگر کوئی شخص قافیے اور ردیف کی قیدوں کے ساتھ اظہار مطالب میں عاجز ہو تو اس کو بے شک ان پابندیوں سے آزاد رہنا چاہیئے۔ لیکن جو قادر الکلام قافیے اور ردیف کا التزام اس طرح کر سکتے ہیں کہ بیان میں آمد، بے ساختگی اور فطری پن باقی رہتا ہے۔ ان کا کلام سحر بن جاتا ہے۔ اس نکتے کو سمجھنا ہو تو میر انیسؔ کا کلام غور سے پڑھئے۔ انیسؔ کو قافیے اور ردیف کی پابندی میں ذرا بھی دقت نہیں ہوتی۔ وہ نہایت مشکل قافیے اور ردیف اس حسن اور اس آسانی سے نظم کر دیتے ہیں کہ پڑھنے والوں کو ان کے مشکل ہونے کا خیال بھی نہیں ہوتا۔

میر انیسؔ کے کلام کی چند خصوصیتیں جو نہایت مختصر طور پر علیحدہ علیحدہ بیان کی گئی ہیں ظاہر ہے کہ یہ الگ الگ نہیں پائی جاتیں بلکہ ان کا کلام ان تمام خوبیوں کا مجموعہ ہے اور ان سب کے اجتماع سے کلام میں جو حسن اور اثر پیدا ہوتا ہے اس سے صرف دل لطف اندوز ہو سکتا ہے، زبان اس کے بیان پر قادر نہیں۔

آخر میں اس حقیقت کا اظہار ضروری معلوم ہوتا ہے کہ کلام انیسؔ کے جو محاسن اوپر بیان کئے گئے ہیں ان میں انیسؔ کا صرف اعلیٰ درجے کا کلام پیش نظر رکھا گیا ہے۔ کسی شاعر کے بارے میں یہ توقع نہیں کی جا سکتی کہ اس کے ابتدائی کلام میں بھی وہ سب خوبیاں موجود ہوں جو بعد کے اس کا طرۂ امتیاز قرار پائیں۔ یہ توقع بھی بے جا ہو گی کہ کسی ماہر صناع کے تمام مصنوعات یکساں طور پر اس کے کمال صنعت کے آئینہ دار ہوں۔ اس سے لغزشیں بھی ہوں گی، مگر اس کے شاہکاروں میں ان کی حیثیت وہی ہو گی جو چاند میں داغوں کی ہے۔

Scanned by CamScanner